بیان: حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
تلخیص وترتیب: جام ریاض احمد

مجلس ذکر، منعقدہ دارِ بنی ہاشم، ملتان

محاسب حقیقی صرف اللہ ہے

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء و خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا(۱)

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (۲)صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم۔

ترجمہ: (۱) ''بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی''۔

(۲) ''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا۔ تم کسی چیز کو نہیں جانتے تھے۔ تم کو کان، آنکھیں اور دل دیئے، تاکہ تم احسان مانو''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''دنیا میں جن لوگوں کی مجالس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن انہیں حسرت ہوگی، ان لوگوں پر، جنہوں نے اپنی مجلسوں کو اللہ کے ذکر سے معمور رکھا۔ پھر جب ان کو انعامات ان سے زیادہ ملیں گے تو یہ تعجب کریں گے کہ ہم نے بھی وہی اعمال کیے جو انہوں نے کیے مگر ان کو انعامات زیادہ کیوں؟ ان انعامات کی وجہ یہ بیان کی جائے گی کہ ان لوگوں نے دنیا میں اپنی مجلسوں کو اللہ کے ذکر سے خالی نہیں رکھا''۔ ہماری مجالس اکثر اللہ کے ذکر سے خالی ہوتی ہیں۔ گھنٹوں گپیں لگتی ہیں۔ مجبوراً کہیں اللہ رسول ﷺ کا نام آ گیا تو آ گیا۔ ایسی مجالس قیامت کے دن باعث حسرت ہوں گی۔ لوگوں کو افسوس ہوگا کہ ہم نے اپنا وقت ضائع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے جسموں کا مالک نہیں بنایا، مالک حقیقی اللہ ہی ہے۔ جس کسی کو یہاں زمین، مکان، دولت دی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ میں مالک اور بادشاہ ہوں، یہ اس کی کم عقلی ہے۔ یہ نعمتیں انسان کو دنیا کی زندگی میں استعمال کرنے کے لیے امانتاً دی گئی ہیں۔ آخرت میں ان تمام نعمتوں کا حساب ہوگا کہ انہیں کہاں اور کس طرح استعمال کیا۔ دین اسلام میں مسئولیت ایسے وجود کے ساتھ متعلق ہے۔ جو عادل بھی ہے اور محاسب بھی۔ وہ ہمارے اعمال سے غافل نہیں بلکہ ہم اس کی کڑی نگرانی میں ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی قوانین ہیں ان میں اللہ کے سامنے اپنے اعمال کی جواب دہی کا کوئی تصور نہیں۔ وہاں لوگ اپنے نفوس کے خود محاسب بنتے ہیں۔ جبکہ انسان کے بارے میں کوئی آدمی وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ گمراہ نہیں ہوگا، ممکن نہیں ہے۔

دین میں مسئولیت اس ذات کے پاس رکھی گئی ہے۔عقیدہ جو احکم الحاکمین ہے۔اس کی مرضی اور حکم میں کوئی شریک نہیں۔صرف اسلام میں ہے اور اس میں فکر آخرت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اللہ ہی ہے جو حسیب اور محاسب ہے۔جب آدمی اس تصور کو عقیدے کے طور پر قبول کرلے تو وہ اللہ کی غلامی میں آجاتا ہے اور جب اللہ کی غلامی میں آجائے تو اطاعت آسان ہوجاتی ہے۔اطاعت اختیار کرلے تو اللہ راضی ہوجاتا ہے مگر جب اطاعت چھوڑ دے تو باغی ہوجاتا ہے اور باغی کی سزا بہت سخت ہے۔ہمارے مرحوم دوست حضرت عابد صدیق کا شعر ہے۔

دونوں عالم میں وہی شخص گرامی ہوگا

جس کی گردن میں ترا طوقِ غلامی ہوگا

مسئولیت اور اطاعت کے اسی عقیدے پر سارے دین کے اعمال کی گردش ہوتی ہے۔اس پر قائم رہنا تمام اعمال کی صحت کی ضمانت ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرمایا۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ان تمام چیزوں کے بارے میں تم سوال کیے جاؤ گے،کان،آنکھ،زبان اور دیگر اعضاء کے بارے میں پوچھا جائے گا۔یہ جو اعمال ہم کررہے ہیں،بے کار نہیں جارہے،لکھے جارہے ہیں اور اس میں اللہ نے دل کو مرکز بنایا ہے۔دل جسم کا بادشاہ ہے۔بقیہ اعضاء اس کی رعایا ہیں۔جب یہ ٹھیک ہوجائے تو بقیہ رعایا کا کام ٹھیک ہوجاتا ہے۔اسی پر محنت کرنے کے لیے شریعت نے حکم دیا ہے۔اللہ کی وحدانیت، نبی ﷺ کی ختم نبوت، قیام قیامت، زندگی، موت اور موت کے بعد پھر زندگی، حساب و کتاب اور اعمال پر جزاء و سزا سب کو برحق مانو۔ورنہ سچے مومن نہیں بن سکتے۔دل کو ٹھیک کرنے کے لیے سب سے پہلے اللہ کی گواہی ہے۔اللہ کے حبیب ﷺ کی گواہی پھر اعتقادات صحیحہ کی بنیاد پر اس دل کے اعمال ہیں۔کچھ اعمال کا تعلق ظاہری وجود اور کچھ کا تعلق باطنی وجود کے ساتھ ہے۔ظاہری اعمال کا تعلق بعض کرنے کا ہے اور بعض نہ کرنے کا۔کرنے والے اعمال ہیں،نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ اور جہاد ہیں۔اعمال صالحہ میں بھلائی اور خیر ہے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔اچھائی کو پھیلانا اور برائی کو روکنا۔بعض کام نہ کرنے کے ہیں۔ان کا تعلق وجود کے ساتھ ظاہری طور پر ہے۔حرام کام سے بچنا،حرام روزی سے بچنا،حرام کلام سے بچنا،حرام معاملات سے بچنا،اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھ کر طلب نہ کرنا اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھ کے اختیار کرنا۔یعنی حلال اعمال کو اختیار کرنا اور حرام اعمال کو ترک کرنا یہی دین ہے۔ظاہر و باطن دونوں اعمال کا مرکز دل ہی ہے۔اعمال دل سے کرے گا تو قبول ہوں گے اور دل سے نہیں چاہے گا تو قبول نہیں ہوں گے۔منافق ہوجائے گا۔یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت اس لیے ہوئی کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کی اطاعت کو قبول نہیں کیا۔اطاعت قبول کرلیتے تو منافق نہ بنتے۔قرآن کریم میں ہے کہ ان کے اندر سب سے بڑا مرض نفاق پیدا ہوگیا تھا، وہ جھوٹ بولتے تھے۔لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے۔اپنی اس بدعملی کو چھپانے کے لیے لوگوں کے ساتھ تمام معاملات خراب کرتے تھے۔ایک اطاعت سے انکار اور نبی ﷺ کی تکذیب کے گناہ نے انہیں بیسیوں مزید گناہوں میں مبتلا کردیا۔اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں ہی دونوں جہانوں کا نفع ہے۔

نماز کی پابندی قرآن کریم کی تلاوت، سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، استغفار، درودشریف یہ سب ذکر ہے۔ لا الہ الا اللہ کے ذکر کی کثرت کی تلقین کیوں کی جاتی ہے؟ خود نبی پاک ﷺ نے افضل الزکر لا الہ الا اللہ فرمایا کہ اس سے دل کی صفائی ہوتی ہے۔ اور اللہ اللہ کرنے سے اُس ذات کے ساتھ تعلق قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لیے اللہ کے ساتھ انس پیدا کرنا ضروری ہے۔ جب تک اللہ کے ساتھ انس پیدا نہیں ہوگا، محبت پیدا نہیں ہوگی۔ اور غلاظتیں اور کثافتیں ہمارے دلوں سے نہیں نکلیں گی۔ انہی کو دور کرنے کے لیے ہی اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ خود لطیف ہے، اس کے ذکر سے قلب لطافتوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ جو انسان ان اعمال صالحہ کا عادی نہ ہو اسے آغاز میں دقت ہوگی۔ کوئی نماز نہیں پڑھتا مگر پڑھنے لگتا ہے تو اپنے نفس پر جبر کرتا ہے۔ روزوں میں بھی آدمی اپنے آپ کو عادی بنالیتا ہے۔ نماز، روزہ اور تلاوت جن لوگوں کا محبوب مشغلہ بن جائے، ان کو اسکے بغیر چین نہیں آتا۔

فرائض دینیہ اور مسنون اعمال کی انجام دہی کے لیے میں نے اپنے مرشد اوّل حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور مرشد ثانی حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری رحمہم اللہ علیہم کی ایسی ہی نورانی کیفیتوں کا مشاہدہ کیا۔ دین کے لیے ان کا اضطراب اور بے قراری دیدنی تھی۔ ۱۹۶۱ء میں والد ماجد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ اور ۱۹۶۲ء میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ آخری مرتبہ لاہور تشریف لائے۔ تو میں ان سے بیعت ہوگیا۔ چند مہینے حضرت کی صحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں کیئے ہوئے عمل کی وجہ سے میرے گناہوں کو معاف کرے، میری بخشش فرمادے۔ میں سمجھتا ہوں میرے ان دنوں کے اعمال ان شاء اللہ قبول ہیں۔ اچھے آدمی کی خدمت میں رہ کر اچھے اعمال کیے ہیں۔ اب تو بے کار ہوگئے ہیں۔ آپ حضرات کو اکٹھا کر کے اپنی بخشش کا سامان بناتا ہوں۔ ہم سب نے مل کر اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اسی ذکر اور دعا کی برکت سے اللہ پاک مجھے اور آپ کو معاف کر دیں گے۔ میں نے اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالعزیز نوراللہ مرقدہٗ کو دیکھا کہ خصوصی طور پر ماہ صیام میں رات ساڑھے گیارہ بارہ بجے تک وہ نوافل میں قرآن پاک کی تلاوت اور لوگوں کی منزل سننے میں مشغول رہتے۔ میں نے حضرت کو ساڑھے بارہ بجے چارپائی پر لٹایا اور تھوڑی دیر کے بعد اندر جھانکا تو وہ اللہ کا بندہ پھر مصلے پہ کھڑا ہے۔ ایک دن حضرت کے صاحبزادے نے میری ڈیوٹی لگادی کہ تم تھوڑی نگرانی کرلو۔ میں نے حضرت کی طبیعت کو بے چین دیکھ کر پوچھا کہ حضرت آپ کو تکلیف کیا ہے؟ ایک مرتبہ سوال کیا، دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ فرمانے لگے۔ اجی شاہ صاحب! مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میرے معمولات چھوٹ گئے ہیں۔ ان عوارضات کی وجہ سے وہ معمولات پورے نہیں کرسکتا جو میں پہلے کرتا تھا۔ اب تو نماز بھی کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا۔ ہر روز ایک قرآن پاک ختم کرنا ان کا معمول تھا۔

ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے کسی عمل کی اجازت مانگی۔ عرض کیا کہ آپ فرمادیں تو یوں کرلیا کروں۔ فرمایا: ''ہاں اچھی بات ہے''۔ پھر عجیب انداز میں فرمایا: ''بھائی عطاء المہیمن! میں قسم کھا کر تمہیں بتلاتا ہوں کہ میرے حضرت (شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) نے مجھ سے کوئی عملیات نہیں کرائے، کوئی چلہ نہیں کرایا، کوئی تسبیح نہیں پڑھوائی۔ بس صرف قرآن پڑھوایا اور مجھے سلوک کی تمام منازل قرآن کریم کے ذریعے طے کرائیں۔

اصل میں قرآن ہی سب سے بڑا ذکر ہے۔ لا الہ الا اللہ بھی قرآن ہی میں ہے۔ اور اس کلمہ کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے افضل الذکر فرمایا ہے۔ یہ صوفیاء حکیم بھی ہوتے ہیں، طبیعتوں اور مزاجوں کے مطابق علاج تجویز کرتے ہیں۔ یہی معاملہ حضرت مولانا عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ اُن کو تصوف کی تمام منازل تلاوت قرآن کریم میں ہی طے کرا دیں۔ قرآن ان کے رگ و جاں میں اتر گیا۔ پھر ان کی یہ کیفیت تھی کہ ادھر کسی نے قرآن پڑھا، ادھر حضرت کی طبیعت میں بشاشت آ گئی۔ جو لوگ اس طرف لگ جاتے ہیں ان کو اس کے بغیر چین نہیں آتا اور جو نہیں لگتے ان کو دقت پیش آتی ہے۔ جو لوگ نماز پڑھنے کے عادی نہیں۔ ان کو ترغیب دے کر مسجد میں لے آؤ۔ نماز کی مشغولیت سب سے اچھی مشغولیت ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کر لیا کریں۔ جتنی دیر مسجد میں بیٹھو گے، اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔ اب آپ مسجد میں بیٹھے ہیں، فرشتے رحمت بھیج رہے ہیں۔ اور اعتکاف کا ثواب بھی مل رہا ہے۔ ایک نماز سے دوسری نماز تک کے انتظار میں ایک مستقل نماز کا ثواب ملتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو آدمی نماز کے انتظام میں پہلے آ کے بیٹھ جائے ایک تو جو نماز پڑھے گا اس کا ثواب ملے گا اور اس انتظار میں ایک اور مستقل نماز کا ثواب اس کو مل جائے گا۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس دل کو مرکز اور بادشاہ بنانے کے لیے اللہ کی ذات کے ساتھ جوڑنا ضروری ہے۔ ہر نبی نے یہی کام کیا ہے اور اللہ والے بھی اسی طرح اللہ والے بنتے ہیں کہ اپنے دل کا تعلق اللہ سے جوڑتے ہیں اور اس کو ذکر میں مشغول کر دیتے ہیں۔ پہلے زبان سے ذکر کرتے ہیں پھر دل پر ضرب لگا کے اس کو ایسا چلاتے ہیں کہ یہ بندہ سیدھا اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ زبان اور دل دونوں ذاکر ہوں تو پھر دنیا بھی بن جاتی ہے اور آخرت بھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں مسئولیت کے تصور کو قائم رکھنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ ہم یہ استحضار کر لیں کہ اپنے ایک ایک عمل کا اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے۔ ظاہری اور علانیہ طور پر کریں، کثرت یا قلت سے کریں، دل میں کریں یا خیال میں کریں، سب اعمال کی مسئولیت ہوگی۔ اس لیے اندر کے اعمال کو بھی ٹھیک کرنا چاہیے اور باہر کے اعمال کو بھی درست کرنا چاہیے۔ اللہ رب العزت ہمیں مسئولیت کی سختی سے بچالیں اور ہمارا حساب و کتاب نہ فرمائیں۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے۔

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِی حِسَابًا یَسِیْرًا ''اے اللہ! میرے حساب کو آسان فرما دے''۔

ایک صحابیؓ اماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اماں جی! اس کا معنی تو سمجھا دیں کہ اس حدیث کا کیا معنیٰ ہے۔ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ پاک کے سامنے جب یہ ہمارے اعمال پیش ہوں تو اللہ ہمارے اعمال نامہ کو دیکھ کر بند کر دیں اور فرمائیں، جاؤ معاف کیا۔ اگر ہمارے اعمال کھل گئے تو پھر چھٹکارا نہیں ہوگا۔ بس یہ ہے حاسبنی حساب یسیرا کہ اللہ پاک اعمال کو کھول کر کہیں کہ جاؤ، معاف کیا۔ اللہ ہمیں بھی ان میں شامل کر لیں

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔